احساس ذمہ داری کو تج دیا اور بزور بازو دوسروں کو ان کی ذمہ داریوں کی ادائیگی پر مجبور کر کے مفادات سمیٹنے کے لئے فرائض سے چشم پوشی اور حصولِ حقوق کی جنگ برپا کی۔

اس جنگ میں ذاتی اثر ورسوخ، مال ودولت، اقتدار واختیار سب کو جھونکنے کے باوجود حسب منشا فتح نہ ملی تو ہر ایک نے اپنے ہم پیشہ افراد کو باہم ملا کر ''تنظیم'' کے نام پر متحدہ قوت فراہم کی۔ یہ راہ اسے اقوام متحدہ نے سجھائی، جس کے اراکین خودغرضانہ منشور کے تحت دنیا بھر کی ترجمانی کا بیڑا اٹھائے ہوئے اپنے اپنے ''حقوق'' بلکہ ''ناحق مفادات'' بھی اس کے ذریعے وصول کرتے ہیں اور دوسروں کے حقوق کی باری آتی ہے تو ''ویٹو'' کا ''قانونی وانسانی حق'' استعمال کر کے ''سرخرو'' ہو جاتے ہیں۔ اس طرز عمل سے یہ ادارہ ''انجمن افتادِ باہمی'' بنا ہوا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے اور مہد سے لحد تک زندگی کے ہر مرحلے میں اور ابتدائے آفرینش سے قیامت تک ہر زمانے میں انسانیت کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔ اگر آج کی دہشت زدہ، تڑپتی، سسکتی انسانیت ہوش کے ناخن لے تو اسے اسلام کے سایہ عاطفت میں ضرورت کی ہر چیز مل سکتی ہے۔ اور ''فرائض کی ادائیگی'' کی خاموش تحریک برپا ہو کر یہ دنیا امن ومساوات اور اخوت ورواداری کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع ہی کو لیجئے! اس تاریخی خطبے میں وہ لعل ہائے گرانمایہ چمک رہے ہیں، جن میں سے ایک ایک کے دیدار کے لئے انسانیت تڑپ رہی ہے، اور اس کی تلاش میں دردر کی خاک چھان رہی ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس ایک ہی خطبے میں حقوق انسانی یعنی انسان کے جان، مال اور عزت وآبرو کے تحفظ، اخوت اسلامی، حقوق نسواں قطع نزاعات جاہلیت، حفاظت قلوب واذہان اور فروغ امن عامہ ورواداری کے بیش بہا تحائف سے دنیا کو نواز رہے ہیں۔ تباہی ہو کفار کے شدید مذہبی تعصب کے لیے جو مسلمانوں کی غفلت وبدعملی سے جڑ کر امن ومساوات کی راہ میں سد سکندری بن کر حائل ہے اور عملاً ان کی ساری ہمدردیاں ظالموں اور مجرموں کے لیے وقف ہیں۔

آج اگر مسلمان کتاب وسنت پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہر شخص اپنے فرائض کا پابند ہو جائے اور کسی بھی شخص کو حقوق کے مطالبے کی نوبت ہی نہ آئے اور یہ سکون واطمینان کفار کی عصبیت کو خس وخاشاک کی طرح بہا کر لے جائے اور وسیع ترین عالمی سطح پر سسکتی بلکتی انسانیت بھرپور انداز میں ﴿ورأيت الناس يدخلون في دين الله أفواجا ۞﴾ (النصر ۲) کا روح پرور منظر پیش کرنے لگے۔ ﴿وما ذلك على الله بعزيز ۞﴾ (ابراھیم/۲۰، فاطر/۱۷)

درس قرآن:

تراث رحمانی در فوائد قرآنی

محمد اسماعیل امین

﴿ وقلنا یآادم اسکن أنت وزوجک الجنة وکلا منها رغدا حیث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتکونا من الظلمین ﴾[البقرة:۳۵] ''اورہم نے کہا اے آدم آپ اورآپ کی بیوی جنت میں رہواوراس میں جتنا اور جہاں سے چاہو کھاؤ اوراس درخت کے قریب مت جاؤ، ورنہ ظالم ہو جاؤ گے!''

سابقہ آیات سے ربط اور مختصر تفسیر:

سابقہ آیات میں اللہ تعالی نے آدم ﷺ کی فضیلت اوران پر نازل شدہ نعمتوں کا تذکرہ فرمایا۔زیرتفسیر آیت مبارکہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے،جس میں اللہ پاک کی ایک اورعظیم نعمت کا تذکرہ فرمایا۔یہ آدم ﷺ کی تیسری فضیلت ہے جو جنت کوان کا مسکن بنا کرعطا کیا گیا۔(ابن کثیر ،احسن البیان)

﴿وقلنا﴾ میں فاعل اللہ تعالی ہےاورجمع تعظیم کے لیے ہے۔﴿اسکن أنت﴾ میں اسکن فعل أمر ہے(سکون) سے مشتق ہے۔یعنی جنت کواپنے لیے سکون کی جگہ بنا دیں۔اسی لیے ہروہ چیز جس سے سکون مل جائے(مسکن) کہلاتی ہے۔اسی سے چاقو کو سکین کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مذبوح جانور کو ہمیشہ کے لیے آرام کی نیند سلاتا ہے۔اسی سے (مسکین) بھی ہے کیونکہ اسے قلت تصرف اورحرکت کی وجہ سے سکون ملتا ہے۔(القرطبی)

﴿أنت﴾ ضمیر منفصل ہےاور یہ ﴿اسکن﴾ کے فاعل مستتر(أنت) کی تاکید ہے، یہاں ضمیر منفصل اس لئے بھی لائی گئی ہے کہ اس پر ﴿زوجک﴾ کوعطف کرنا درست ہو، کیونکہ ضمیر مستتر پرعطف جائزنہیں ہوتا،(واو)حرف عطف ہے(زوج)میاں بیوی دونوں کے لئے فصیح لفظ ہے،اور بیوی کے لیے استعمال میں ''زوجه'' خاص ہے۔(صحیح مسلم،الشوکانی) یہاں ضمیر (أنت)کو مفرد لاکراس پرلفظ زوج کوعطف اس لیے کیا گیا کہ مقصود بالنداء آدم ﷺ ہےاورحواءؑ بالتبع شامل ہے۔(تفسیر بیضاوی)

ارشادالہی ہے:﴿یآ أیها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا کثیرا ونساء﴾(النساء:۱) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عورت کوپسلی سے پیدا کیا گیااورپسلی کی ہڈیوں میں سے اوپر کی ہڈی سب سے ٹیڑھی ہوتی ہے،اگراسے سیدھی کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی اورچھوڑ دی جائے تو یہ ٹیڑھی رہے گی۔اس لیے عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت مجھ سے قبول کرلو۔(صحیح البخاری رقم ۳۳۳۱)

(حواء) کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ (حیّ) یعنی زندہ سے پیدا کی گئی ہے اور ابن عباس ﷺ کی ایک روایت کے مطابق وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حواءؑ تمام زندوں کی ماں ہے۔(تفسیر بیضاوی ،فتح الباری کتاب الانبیاء ،قصص القرآن ۱/ ۳۶،المعارف لابن قتیبة ص ٦) اور حواءؑ کی تاریخ پیدائش میں دو قول ہیں:

ا۔آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل کرنے سے پہلے، یہی قول قرآنی سیاق کی روشنی میں راجح ہے۔

۲۔آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل کرنے کے بعد تفسیر کی کتابوں میں اس سلسلے میں بہت ساری اسرائیلی روایات منقول ہیں۔(القرطبی،ابن کثیر ☆)

﴿الجنة﴾ سے مراد وہی جنة الخلد ہے جس میں مومنین داخل ہونگے۔﴿الجنة﴾ کی (الف،لام) عہد ذہنی کے لیے ہے اور اسی جنت کے علاوہ اور کوئی جنت معروف اور مشہور نہیں ہے۔(القرطبی ،ابن العثیمین) اس کی مزید وضاحت اگلی آیتوں کی تفسیر میں آرہی ہے۔اکثر مفسرین اسی کے قائل ہیں۔(ابن کثیر)

﴿و کلا منھا﴾ میں ﴿کلا﴾ أکل سے فعل اَمر تثنیہ مخاطب ہے کثرت استعمال کی وجہ سے ہمزہ حذف کیا گیا۔ یہاں امر کا معنی اباحت اور اکرام کے لیے ہے۔(الفرقان،ابن العثیمین)

(رغدا) رغد یرغد سے مصدر ہے یہ مصدر محذوف کی صفت مشبہہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔تقدیر یہ ہوگا: أکلا رغدا (البیضاوی،القرطبی) اس کی تفسیر میں سلف سے مختلف روایات ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ بغیر کسی فکر اور حساب کے اور بغیر کسی تکلیف اور پریشانی کے انتہائی سہولت ،وسعت اور خوشگواری کے ساتھ ملنے والا معاش۔(الطبری) جس کے ختم یا کم ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

﴿حیث شئتما﴾ (حیث) ظرف مبنی علی الضم ہے اس میں اور بھی لغات ہیں۔﴿شئتما﴾ تثنیہ کا صیغہ ہے۔

﴿فکلا﴾ میں نہ زمان کی قید ہے نہ مکان کی، اس کا معنی یہ ہے کہ تم دونوں جہاں سے اور جب بھی اور جس طرح چاہو اس جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہو۔

☆ کتاب پیدائش باب 2 فقرہ 18 تا 25 میں ہے:''اور خداوند خدا نے کہا کہ آدم کا اکیلا رہنا اچھا نہیں، میں اس کے لیے ایک مددگار اس کی مانند بناؤں گا۔اور خداوند خدا نے آدم پر گہری نیند بھیجی اور وہ سو گیا تو اس کی پسلیوں سے ایک عورت بنا کر اسے آدم کے پاس لایا تو آدم نے کہا کہ یہ تو میری ہڈیوں میں سے ہڈی اور میرے گوشت میں سے گوشت ہے ،اس لیے وہ ناری کہلائے گی کیونکہ وہ نر سے نکالی گئی ،اسی لیے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑے گا اور اپنی بیوی سے ملا رہے گا اور وہ ایک تن ہوں گے۔''

حضرت ابن مسعود اور ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تنہائی اور بوریت محسوس کرتے تھے، ایک بار آپ سو گئے ، جب بیدار ہوئے تو حواء کو سامنے پایا۔(تفسیر طبری)

(ابوعبداللہ عبدالرحیم روزی)